نظرات

دہلی کی راجدھانی، جس نے بے شمار انقلابات دیکھے، دنیا کی مشہور اور بے مثال خون ریزیوں کے دور رہے ہیں، بدامنی کے گہوارے کی حیثیت سے تاریخ میں نمایاں، گذشتہ پانچ چھ برسوں سے ایک بار پھر تاریخ کو دہرانے کا رجحان ظاہر کر رہا ہے اور پرانی دہلی کے ان علاقوں سے لیکر جہاں ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کے نقوش دہلی کے لوگوں، یہاں کے ہندو مسلمان سنتوں اور صوفیوں نے بنائے تھے اور بادشاہوں اور کمانڈروں نے لوریاں سنائی تھیں، نئی دہلی کی پرتعیش کالونیوں تک جہاں دولت نے پرانے شہر کی دم گھٹنے والی فضا، اور بھیڑ بھاڑ سے پناہ دے کے امن کے گوشے کے طور پر عالیشان کوٹھیاں تعمیر کی تھیں، اور کالونیاں بسائی تھیں، اب بدنظمی، خون ریزی اور موت کے ہیبت ناک سائے ہیں، ایک بے یقین مستقبل سے خائف نظر آرہے ہیں۔

اسی دہلی میں تیمور کے خون آشام فوجیوں نے لوٹ مار اور تیغ ستم کے ذریعہ یہاں کے ہندو مسلمانوں کے خون کو سڑکوں پر بہایا لیکن زلزلے کے ایک تباہ کن جھٹکے کی طرح چاروں طرف تاراجی، ویرانی اور ہلاکتوں کے آثار چھوڑ کر یہ فوج گذر گئی، یہاں تک کہ صاحب قران تیمور کے جانشینوں نے اپنے جد امجد کے گناہوں کی تلافی کے طور پر دہلی کے مہکتے گلستان اور طلسماتی شہر میں اس طرح تبدیل کیا کہ آج تک لال قلعہ اور

جامع مسجد کے علاوہ ہیرے کے نگینوں کی طرح چمکتی نظر آتی ہیں تیمور کے ان جانشین مغل بادشاہوں نے اسی دہلی میں بیٹھ کر جسے ان کے دادا نے قتل عام اور لوٹ مار کے ذریعہ ..... منہدم اور مسمار کر دیا تھا۔ ہندوستان کی تعمیر و تشخص کا وہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ـــ کہ ایک ایسی سرزمین کو جو ہمیشہ رجواڑوں کی بے شمار سلطنتوں میں بٹی رہی تھی، ایک ملک، ایک قوم اور ایک مشترکہ تہذیب کے تصور سے مالا مال کیا۔ اور قندھار سے لیکر راس کماری تک کے پورے علاقے کو یک رنگی اور اتحاد کے شیرازہ میں اس طرح باندھ دیا کہ آج بہت کم لوگوں میں یہ احساس باقی رہ گیا ہے کہ جس ملک کی سالمیت، اتحاد اور تحفظ کی وہ بات کرتے ہیں اس کا تمام تر نقشہ مغل بادشاہوں ہی کا بنایا ہوا ہے، جس میں اورنگ زیب نے سترھویں صدی کے آخر میں ۲۵ برس کی جانفشانی کے بعد رنگ بھر کر مکمل کیا تھا۔

اسی اورنگ زیب کے جانشین، جس نے ۹۰ برس کی عمر میں میدان جنگ میں تلواروں اور نیزوں کی جھنکار اور توپوں کے دھماکوں کے درمیان جان دی، محمد شاہ جیسے ہوئے جنھوں نے تاریخ میں رنگیلے بادشاہ کی حیثیت سے اپنا نام لکھوالیا۔ اسی محمد شاہ کے دور حکومت میں، مغلوں کی شامت اعمال نادر شاہ کے حکم پر ایسے قتل عام کی صورت میں ظاہر ہوئی کہ آٹھ پہر میں اس زمانے میں ایک لاکھ کے قریب دہلی کے باشندے ہلاک ہوئے اور پورا شہر آباد اور شاندار عمارتوں میں لگائی ہوئی آگ اور دھویں کے مرغولوں سے جہنم کا نقشہ پیش کرنے لگا۔ نادر شاہ تو ایک لاکھ باشندوں کے، یہاں کے ہندو مسلمانوں کے خون کا دھارا، یہاں کی گلیوں اور سڑکوں پر بہا کر، تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرے سمیت مغل بادشاہوں کی پشتوں کی جمع کی ہوئی دولت کے ساتھ ایران واپس ہو گیا لیکن دہلی اس کی لگائی ہوئی مہلک ضرب سے

پھر آخر تنگ طبان برنہ ہوگئی، اور ایسی بھاگی، طوائف الملکی اور شورش کا گہوارہ بن گئی کہ اس کے بادشاہ مفلوج و معطل اور بے دست و پا ہوکر رہ گئے یہاں کے مشاہیر اور صاحب فن افراد تلاش معاش میں سارے ملک میں سرگرداں، اور حیران و پریشان گھومتے نظر آئے۔

دہلی کی قسمت ـــــ نادر شاہ کے حملے کے بعد ایسی بگڑی کہ یہ شہر جو کبھی ساری دنیا کا سب سے بڑا آباد، پر رونق شہر تھا اور ماہرین فن کے بے مثال جمگھٹوں کے لحاظ سے ساری دنیا کے ملکوں کے لئے قابلِ رشک بنا ہوا تھا، خانہ جنگیوں، آئے دن کی بغاوتوں، اور شورشوں کی آماج گاہ بن کر رہ گیا، یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء کے قتل عام کے بعد، جس کے سامنے تیمور اور نادر شاہ کے حملوں کی دہشت ناک یاد بھی لوگوں کے حافظے سے فراموش ہوگئی، یہاں انگریزی راج قائم ہوگیا، مجبور و معذور تاجدار اور مغل خاندان کے آخری چشم و چراغ ظل اللہ بہادر شاہ ظفر انگریزوں کی قید میں، جلاوطن کر کے رنگون بھیج دیے گئے۔ اور دہلی کو پوری ایک صدی کی شورشوں، بدنظمی اور بدامنی سے نجات پاکر امن و سکون کے دن دیکھنے نصیب ہوئے۔

انگریزوں کے دور میں ہندوستان کے ہر شعبۂ زندگی میں انقلاب رونما ہوا، یہاں کا نظام سلطنت بدلا، پرانا جاگیرداری نظام تبدیل ہوا، یہاں کی سیاست حکمرانوں اور فوجی کمانڈروں کے بجائے عوام کے ہاتھ میں آگئی اور بغاوت اور مسلح جدوجہد کی جگہ عوام کی سیاسی جدوجہد نے لے لی، تلواروں اور بندوقوں کے بجائے سیاسی اقتدار اور حکمرانی کے فیصلے لوگوں کی رائے اور ہاتھوں کے شمار کے ذریعہ کیے جانے، نیا جمہوری نظام ابھر آیا۔ ساری پرانی دنیا دیکھتے دیکھتے بدل گئی اور اس کی جگہ ایک بالکل نئی دنیا سارے ملک اور راجدھانی دہلی میں پیدا ہوگئی اگر چہ دلی

کے اصل حریف مغل بادشاہ تھے، جن کی مرکزی حیثیت کو ختم کرنے کے لئے انھوں نے ایک طرف ہندوستان بھر میں پھیلی ہوئی دیسی ریاستوں کو، جو خود مختار ہونے کے باوجود مغل دربار سے ذہنی وابستگی ضرور رکھتی تھیں، ختم کیا اور مغل بادشاہوں کو بے دست و پا بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، لیکن وہ ان کی شان و شوکت و عظمت کے نہ صرف قائل بلکہ مرعوب بھی تھے، اس مرعوبیت کا اظہار ان کی طرف سے نئی دہلی کی راجدھانی کی تعمیر میں پوری طرح ہوا، انھوں نے وائسرئیگل لاج کو جو اب راشٹرپتی بھون کہلاتا ہے دراصل لال قلعہ کی اس زمانے کی شان و شوکت کو ماند کرنے کے لئے تعمیر کیا اور اسے پرشکوہ اور شاندار بنانے میں اپنی صلاحیت اور مہارت کا پورا زور صرف کر دیا۔ انھوں نے نئی دہلی کی راجدھانی کو ایسی فراخدلی، اور عظیم الشان پیمانہ پر تعمیر کیا کہ وائسرئیگل لاج، پارلیمنٹ اور اس سے ملحق عمارتوں کی شان و شکوہ، خوبصورتی اور عظمت کی شہرت ساری دنیا میں پھیل گئی لیکن وہ لال قلعہ کی عظمت و شکوہ کی بلندیوں کو چھونے میں۔ اس زمانے کی عام رائے کے مطابق ناکام رہے، بہر حال انھوں نے ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء کے نوّے برسوں میں اپنے اعلیٰ انتظام اور نظم و نسق کی بہتر سے بہتر صلاحیتوں کو صرف کر کے راجدھانی دہلی کو اس کی کھوئی ہوئی عظمت، اور رونق سے مالامال کر دیا اور دہلی والوں نے ایک صدی کا یہ طویل عرصہ پوری طرح یکسوئی، دل جمعی، امن و سکون اور شورشوں سے مکمل نجات کی نعمتوں کے ساتھ گذارا۔

لیکن دہلی کی تعمیر میں خرابی کی جو صورت اس کی آبادی کے اول دن سے مضمر چلی آتی ہے، اور بار بار آباد ہو کر بار بار اجڑنے کی جو تقدیر اس نے اول روز سے لکھوائی ہے .... اس نے ۱۹۴۷ء میں، ملک کی آزادی کے خوش بختی کے سال میں، ایک بار خاک و خون میں لوٹنے اور قتل و غارت کی ایسی آزمائش

سے گذرنے پر مجبور کر دیا جو اس سے پہلے کی خونریزیوں کے مقابلہ میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے مثال تھی۔ اس دور میں مسلمانوں کا اتنا خون وہاں بہا، اور ان کے خاندان برباد ہونے کے ایسے مظاہروں سے دہلی کا سامنا ہوا کہ جامع مسجد دہلی میں دو ہفتوں تک کوئی نماز اس لئے قائم نہ ہو سکی کہ وہاں لاکھوں پناہ گزینوں کے ہجوم سے تل دھرنے کی جگہ نہ رہ گئی تھی، اب کی بار یہ خون ریزی، یہ بدامنی، شورش اور قتل و غارت کی یہ حالت صرف دہلی تک محدود نہ تھی بلکہ تقسیم ملک کے نفسیاتی اور اشتعال انگیز ردعمل کی وجہ سے سارا شمالی ہند اس طرح دھڑ دھڑ جل رہا تھا کہ بعض ہزاروں کی تعداد میں، پاکستان جانے والے مسلمانوں کے قافلے، آس پاس اور دور دراز کی بستیوں سے اجڑ کر دہلی میں پہونچتے اور یہاں کے پناہ گزینوں کے کیمپوں کے سمندر میں، ندی نالوں کی طرح مل جاتے۔

اس نئے انقلاب کی بدولت دہلی ایک بار پھر اس طرح اجڑی کہ نہ صرف اس کی شکل بلکہ اس کا کردار بھی تبدیل ہو کر رہ گیا۔ یہاں کے ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے ساتھ، ان کی تہذیبی انفرادیت بھی اس نئے انقلاب کے سیلاب میں تنکے کی طرح بہتی چلی گئی۔ اس انقلاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ صرف چار مہینے کی شورش، بدامنی، بدنظمی اور قتل و غارت کے دور کے بعد، بیسویں صدی کی سب سے بڑی سب سے زیادہ مہتم بالشان اور عظیم المرتبت گاندھی جی کی جان کی بھینٹ لے کر یہاں امن و سکون کی فضا قائم ہوئی، تو دہلی کا شہر عملی طور پر پاکستان سے آئے ہوئے پناہ گزینوں کی اکثریت کے طفیل ایک پنجابی شہر ہو کر رہ گیا تھا جہاں پنجابی تہذیب کی چھاپ ہر شعبۂ زندگی پر نظر آنے لگی۔

دہلی کی اس نیم غیر متوازن سماجی زندگی میں برہمی اور خلفشار کا دوسرا دور

[illegible]ء میں شروع ہوا جبکہ یہاں کے لوگوں خصوصاً مسلمانوں کو ایک بار پھر ایمرجنسی کی باغیوں اور تباہ کاریوں کا شکار ہونا پڑا۔ اور ترکمان گیٹ اور دوسرے علاقوں میں ان کی تاراجی اور خانہ بربادیوں کے دردناک واقعات پیش آئے، پھر اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں فرقہ وارانہ فسادات کے ایک نئے سلسلہ سے انھیں دوچار ہونا پڑا۔

۱۹۸۰ء کے بعد سے پرانی دہلی کے وہ علاقے، جہاں ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے مسلمانوں کی بچی کھچی آبادی جوں توں کرکے اپنی زندگی بسر کر رہی تھی، فرقہ وارانہ فسادات جاری رہے ہیں، ان فسادات کی بنیاد فراش خانہ اور ردوگران محلوں میں واقع ہریجن بستی اور آس پاس کے مسلم محلوں کے نوجوانوں کے درمیان تکرار اور جھگڑوں سے پڑی، جو جلد ہی ویسے ہی ہریجن مسلم فساد میں تبدیل ہوگئی، جس طرح مرادآباد، اور دوسری جگہوں میں تبدیل ہوئی تھی، پھر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، ان فسادات میں مندر مسجد کے جھگڑوں، نعروں اور جلوسوں، باجوں اور سنکھوں اور ترشولوں کے عناصر شامل ہوتے گئے، اور اب نوبت یہ آگئی ہے کہ جامع مسجد، حوض قاضی، ٹیامحل، لال کنواں، اور فراش خانہ کے محلے ہندو مسلم فسادات کے ایسے حساس مرکز بن گئے ہیں، اور کشیدگی کی شدت سے اتنے گرم ہو گئے ہیں کہ ذراسی ٹھیس سے وہاں دھڑ دھڑ آگ جلنے لگتی ہے، نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کرفیو، پولیس گشت، اور کاروبار کا تعطل وہاں روزانہ کی زندگی کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ اور اس کا تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ دہلی ایڈمنسٹریشن نے بھی اسے زندگی کے ایک معمول کی صورت میں قبول کر لیا ہے، اس لئے وہاں تنازعہ کو مکمل طور پر ختم کر دینے کا کوئی منصوبہ بظاہر زیر غور نہیں ہے۔

نئی دہلی کی وہ کالونیاں جو آدھی صدی سے زیادہ مدت تک امن و سکو
کا گہوارہ اور عیش کوشی کی جنت سمجھی جاتی تھیں، ۱۹۸۴ء کے ہندو سکھ فساداً
کے بعد، جو سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی کے قتل کے رد عمل میں مشتعل
ہوئے تھے، اب سب سے زیادہ غیر محفوظ اور غیر یقینی صورت حال
کا شکار نظر آتی ہیں، قصہ مختصر یہ دارالامن دہلی ایک بار پھر ظلم
فتنہ و فساد، شورش اور بدامنی کے شکنجہ میں پھنس گیا ہے، اور
ہندوستان کا دل کہلانے والی دلی ایک بار پھر خون ریزی، لوٹ ما
آتش زنی اور تشدد کے دور دورے سے بے حال نظر آتی ہے
اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دہشت ناک خیال یہ ہے کہ جب بھی
دہلی اپنی رونق آبادی اور خوش حالی کے بام عروج پر پہونچی ہے، کسی
آفتِ ناگہانی کا شکار ہو کر بدحال اور ویران ہو گئی ہے، اس لئے ڈر لگ
ہے کہ کہیں اس کا یہی انجام قریب نہ ہو۔